ABSTRACT

The services of Dr. Nabi Bukhsh khan Baloch in Arabic Literature

Dr N.A Baloch remained a renowned and great scholar of Sindh. He was ward recognized authority on Sindhi language. Linguistic, Latifiat and Folk literature as well as in Arabic and Persian.

This article is about the services rendered by Dr. Baloch in Arabic literature. The article is divided in to two parts. The 1st part is about the early life etc and association in Arabic literary services.

Dr. N.A Baloch has the honor of literary services not only in Sindhi, Urdu but also in Arabic languages, he has a great number of articles to his credit. This article is about the services of Dr. Baloch with reference to Arabic literature.

ڈاکٹر محمد انس راجپر

ڈاکٹر محمد علی لغاری

ڈاکٹر نصر اللہ کابورو

ڈاکٹر حافظ عبدالغنی

عربی ادب میں ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی خدمات

یہ مقالہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی عربی ادب کی خدمات پر مشتمل ہے، اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں ان کی ابتدائی زندگی، پیدائش، تعلیم وغیرہ پر اظہار خیال کیا گیا ہے جب کہ دوسرے حصے میں عربی ادب میں ڈاکٹر بلوچ کے ذوق وشوق اور گہری وابستگی کے جملہ محرکات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کا شمار ایسی شخصیات میں ہوتا ہے جنھوں نے بیک وقت اردو سندھی اور عربی زبانوں میں گراں قدر تحقیقی کام سرانجام دیے۔ آپ کی تحریروں کا دائرہ بے حد وسیع ہے جس کا احاطہ کرنے کے لئے ضخیم کتاب کی ضرورت ہے چناں چہ اس مقالے میں آپ کی عربی ادب کے حوالے سے خدمات کو پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ اردو دان طبقہ آپ کی عربی ادب میں کی جانے والی کاوشوں سے آگاہ ہو سکے۔

ڈاکٹر نبی بخش خان ولد علی محمد خان لغاری بلوچ کی ولادت ۱۹۱۹ء میں، ان کے آبائی گاؤں جعفر خان لغاری ضلع سانگھڑ، سندھ میں، ان کے نانا کے گھر میں ہوئی۔ اسکول ریکارڈ کے مطابق ان کا سن ولادت ۱۹۱۷ء ہے۔ انھوں نے اپنے گاؤں میں اپنے نانا

کے ہاں سے قرآن شریف اور ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی[۱]۔ اس کے بعد ۱۹۲۴ء میں قریبی گاؤں، پلیو لغاری میں سندھی پڑھنے کے لیے بٹھائے گئے۔ مذکورہ اسکول میں چوتھے درجے کا جب امتحان دیا تو ممتحن نے اسکول کے رجسٹر پر نوٹ لکھا کہ: ''یہ لڑکا ہوشیار ہے، اس کو اسکالرشپ کا امتحان دلوا کر انگریزی پڑھوانی چاہیے۔''

اس زمانے میں سندھی چوتھا درجہ پاس کرنے والے ہوشیار طالب علم کو انگریزی پڑھانے کے لئے اسکالرشپ کے مقابلے کے امتحان میں بٹھایا جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب ۱۹۲۹ء میں مدرسہ ہائی اسکول نوشہرو فیروز میں انگریزی پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے۔[۲]

۱۹۳۲ء میں مخدوم امیر احمد[۳] مدرسہ ہائی اسکول میں عربی کے استاد مقرر ہوئے تھے، یہ پہلا سال تھا جب مدرسہ ہائی اسکول میں اس زمانے میں انگریزوں کی طرف سے چوتھی کلاس سے عربی پڑھانے کی اجازت دی گئی تھی۔[۴]

مخدوم امیر احمد صاحب مخادیم کھوڑا کے نام ور علمی اور روحانی گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ان کی تحقیقی خدمات آج بھی علمی حلقوں میں مشعل راہ کا کام دے رہی ہے۔ دوران تدریس آپ نے اسکول میں عربی پڑھانے کا ماحول بنایا، طلبا کی ذہن سازی کی، عربی کو قابل توجہ مضمون بنایا، طلبا میں اس کا شوق اور جذبہ جگایا۔ ڈاکٹر بلوچ نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ:

> ''ہماری خوش قسمتی تھی کہ مخدوم موصوف جیسا لائق و فائق استاد ہم کو ملا، جس نے عربی زبان کا ہمارے اندر ایک خاص ذوق پیدا کیا اس ابتدائی ذوق کی ہی برکت تھی کہ ایم اے تک میں نے عربی میں تعلیم حاصل کی''۔[۵]

ڈاکٹر بلوچ کو نہ صرف مخدوم امیر احمد سے عربی کا ذوق ملا بلکہ قدرت نے بھی ان کی اس طرف رہنمائی کی۔ یہی سبب تھا کہ آپ کو ایسے استاد ملے جنھوں نے انگلی پکڑ کر انھیں عربی کی تحصیل میں آگے بڑھایا اور یوں آپ ہر مرحلہ پر دوسرے مضامین کے مقابلہ میں عربی میں زیادہ نمبروں سے کام یاب ہوتے رہے۔

۱۹۲۸ء میں ڈاکٹر بلوچ نے بہاء الدین ڈگری کالج جونا گڑھ میں داخلہ لیا۔ جونا گڑھ میں انٹر آرٹس میں ڈاکٹر بلوچ عربی مضمون جس استاد کے پاس پڑھتے تھے، وہ مخدوم امیر احمد کی طرح عربی کے ماہر استاد تھے۔ وہ تھے پروفیسر وائی ایس طاہر علی صاحب[۶] بڑے ہی لائق استاد تھے۔ تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے حیدر آباد آ گئے تھے، جہاں ۱۹۹۰ء میں ان کی وفات ہوئی، ان کا ذخیرۂ کتب ان کے نام سے ریسرچ لائبریری سندھیالوجی سندھ یونیورسٹی میں قائم کارنر میں محفوظ ہے۔ یہ عربی میں ڈاکٹر صاحب کے استاد تھے، دوسری طرف ان کی دل چسپی کا مضمون تھا ریاضی، ایک ہندو استاد جناب راؤ صاحب ریاضی میں ان کے استاد تھے۔ جو ریاضی کے بڑے ماہر تھے۔ ڈاکٹر بلوچ نے انٹر میں منطق کے بجائے ریاضیات اختیاری مضمون کے طور پر چنا تھا۔ راؤ صاحب کی ذہانت سے متاثر ہو کر اس مضمون میں بہت خوب محنت کی تھی اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں سب سے زیادہ نمبر ریاضی میں حاصل کئے تھے۔ راؤ صاحب نے انھیں ترغیب دی کہ ریاضیات میں بی اے کریں، لیکن ڈاکٹر بلوچ کے عربی میں بھی بہترین نمبرز آ گئے، اس طرح جناب پروفیسر وائی ایس طاہر علی کی تلقین نے انھیں عربی کا مضمون اختیار کرنے کی طرف کھینچ لیا۔[۷]

عربی کے ساتھ فارسی کی تدریس:

جونا گڑھ کالج میں ڈاکٹر بلوچ نے اختیاری مضمون کے طور پر فارسی بھی پڑھی۔ پروفیسر محمد علی ترمذی صاحب ان کے فارسی کے استاذ تھے۔ ڈاکٹر بلوچ بتاتے ہیں کہ ان کا طریقہ تدریس محققانہ اور استفسار پر مبنی تھا۔ طالب علموں کو غور و فکر کی تربیت دیتے تھے۔ خود سوال کرتے تھے اور جواب معلوم کرتے تھے۔ غور و فکر کے نئے پہلو بتاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک فارسی غزل پڑھاتے ایسٹرانامی، ستاروں کی گردش وغیرہ کا ذکر آیا تو علم فلکیات کے بارے میں ایسی مفید معلومات فراہم کی کہ فزکس کا کوئی پروفیسر بھی نہ بتا سکے۔ اصل جونا گڑھ کے رہنے والے تھے، ولادت و پرورش بھی وہیں ہوئی۔ لباس بھی وہاں کا پہنتے تھے۔ عمامہ بھی وہاں کا باندھتے تھے۔ شلوار بھی اسی طریقہ کی پہنتے تھے۔ بڑے دانا آدمی تھے، دکھتے ہی نہیں تھے کہ کوئی فارسی دان ہیں۔ لیکن ان کا فارسی پڑھانا اور تشریح لاجواب ہوتی تھی۔[۸]

یہ اختیاری مضمون کے طور پر تھا، جس میں آپ نے محنت کی اور فارسی میں اچھی خاصی دسترس حاصل کی۔ ڈاکٹر بلوچ کو ذاتی طور پر جو عربی کا ذوق وشوق تھا، اس نے انھیں صرف کالج کی تدریس پر قانع نہ چھوڑا۔ وہ عربی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہے اور اس کے لیے جونا گڑھ شہر کی ایک مسجد تھی، جو ''نیلی مسجد'' کے نام سے مشہور تھی، اس کے پیش امام عربی کے بڑے فاضل تھے۔ ڈاکٹر صاحب فرصت کے اوقات میں ان کے پاس جاکر ''قصیدہ ابن درید'' پڑھتے تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر بلوچ نے بتایا کہ:

میرا خاص مضمون عربی تھا۔ کالج میں جو پڑھاتے تھے، سو پڑھاتے تھے، اچھا پڑھاتے تھے! لیکن میری خواہش تھی کہ میں بہتر طرح سے پڑھوں، مجھے معلوم ہوا کہ کوئی مولوی صاحب ہے، جو عربی جانتا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ میں مولوی صاحب کے پاس جاکر پڑھوں۔ پھر مجھے پورے طور پر یاد نہیں آتا، عصر کے بعد یا مغرب کے بعد مولوی صاحب کے پاس گیا، جنھوں نے مجھے ''قصیدہ ابن درید'' پڑھایا۔[۹]

جونا گڑھ سے تعطیلات پر ڈاکٹر بلوچ جب سندھ آئے تو مخدوم امیر احمد سے بھی پرائیویٹ عربی ''قصیدہ ابن درید'' پڑھا، انھوں نے لکھا ہے کہ:

> ''بندہ راقم جب جونا گڑھ میں تھا، اس وقت انٹر آرٹس کے عربی کورس میں ابن درید کا قصیدہ، جو ''مقصورہ ابن درید'' کے نام سے مشہور ہے، شامل تھا۔ میں کالج کی کلاسوں کے علاوہ اپنے طور پر قصیدہ کو سمجھنا چاہتا تھا۔ اس لئے تعطیلات میں نواب شاہ جاکر مخدوم صاحب سے مقصورہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ مخدوم صاحب نے بغیر کسی تکلف کے یہ مکمل مقصورہ مجھے لفظ بلفظ سمجھایا۔''[۱۰]

کالج کے بعد ۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر صاحب مسلم یونیورسٹی میں داخلے کے لئے پہنچے، اور ایم اے کے لئے عربی شعبہ میں اور ایل ایل بی کے لئے قانون کے شعبہ میں داخلہ لیا۔ یہاں پر عربی کے جو استاد ملے ان کے بارے میں ڈاکٹر بلوچ کا کہنا ہے کہ:

> ''میں نے علی گڑھ میں عربی شعبے میں پڑھا، لیکن عربی شعبہ میں صرف عربی زبان ہی نہیں تھی، کلچر، سولائیزیشن، اسلامی تہذیب و تمدن بھی پڑھاتے تھے۔ عربی کی کتب میں بھول گیاں ہوں: نفحۃ العرب، مقامات حریری تک

نصاب کی کتب پڑھاتے تھے۔مشہور شاعر شوقی کی کتاب پڑھی، وہاں کی تدریس کا طریقہ بمبئی اور دوسرے کالجوں کی تدریس سے مختلف تھا۔ یہاں بمبئی کھاتے میں ہم جو پڑھ کر گئے، تو صرف متن و معنی پڑھائے جاتے تھے، وہاں متن پر پروفیسر جو خود تقریر کرتے تھے وہ بڑی بات تھی۔ ان پروفیسرز میں سب سے بڑھ کر بڑے قابل آدمی علامہ عبدالعزیز میمن[۱۱] ہوتے تھے، وہ پڑھاتے تھے تو بیٹھے باتیں کرتے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ باتیں کر رہے ہیں، لیکن وہ ان میں ادب کی بہت بڑی اور اہم باتیں اور مفاہیم بتا اور سمجھا جاتے تھے''۔[۱۲]

ڈاکٹر بلوچ نے لکھا ہے کہ شروع میں انھیں وکیل بننے کا شوق تھا، تاکہ آزادی کے ساتھ قومی آزادی کے لیے کام کر سکوں، اس وجہ سے قانون کے شعبہ کی کتابوں پر ان کی زیادہ توجہ رہی، ڈاکٹر بلوچ ایل ایل بی میں فرسٹ ڈویژن میں کام یاب ہوئے، ان کے وکیل بننے کے امکانات روشن ہو چکے تھے، لیکن جب ایم اے کے نتائج آئے تو ڈاکٹر بلوچ فرسٹ ڈووژن فرسٹ میں کام یاب ہوئے تھے۔ اس زمانے میں اس طرح کی کام یابی پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے مزید پچاس روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ ڈاکٹر بلوچ کو ان کے عربی کے استاد علامہ عبدالعزیز میمن نے خوش ہو کر کہا: ''خورشید احمد اپنا کام مکمل کرنے والا ہے، اب آپ کی باری ہے، آپ رہ جائیں اور ''السند تحت سیطرۃ العرب'' پر کام کریں''۔[۱۳] یوں ان کے مستقبل کا رخ تبدیل ہو گیا۔

انہوں نے استاد کا حکم سر آنکھوں پر رکھا۔ یہ وہ محرکات تھے جنھوں نے آپ کو یکے بعد دیگرے عربی میں اپنی صلاحیتیں منوانے کا موقع فراہم کیا۔ اور آپ نے ڈاکٹریٹ کے لیے عربی کو ہی ترجیح دی۔

ڈاکٹریٹ کا مقالہ:

ایم اے عربی میں فرسٹ ڈووژن فرسٹ حاصل کرنے کے بعد آپ کو ڈاکٹریٹ کرنے کے لئے تین سال کے لئے وظیفہ ملنا منظور ہوا۔ ڈاکٹریٹ کے لئے شعبہء عربی کے صدر پروفیسر عبدالعزیز میمن کے مشورے کے مطابق ''السند تحت سیطرۃ العرب''، یعنی ''سندھ زیر عرب'' کا عنوان منتخب کیا گیا اور ڈاکٹر بلوچ نے دن رات صرف کر کے مذکورہ عنوان پر تحقیق کرنا شروع کر دی۔ پروفیسر عبدالعزیز میمن ان کے نگران مقرر ہوئے۔ جن کے ساتھ دفتر ہو یا گھر جب فرصت محسوس کرتے جا کر ملاقات کرتے اور استفادہ کرتے۔ پروفیسر عبدالعزیز میمن ان کی ہر مسئلہ میں رہنمائی بھی کرتے تھے، ڈاکٹر بلوچ کی گذارش پر مختلف علما کی طرف سفارشی خطوط بھی لکھ کر دیتے تھے، کہ وہ ان کی مدد کریں۔ انھوں نے اپنی ذاتی لائبریری کی چابی انھیں سپرد کر دی تھی اور انھیں اجازت دے رکھی تھی کہ اس سے دل کھول کر استفادہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے عزم کر لیا تھا کہ لٹن لائبریری میں جو بھی عربی و فارسی کتب موجود ہیں، وہ سب مطالعہ کریں گے۔[۱۴] جب کتاب کو مکمل کر لیتے تھے، اس کی آخر میں باریک خط میں ''عثمان سندھی''[۱۵] لکھ دیتے تھے۔ ان کے استاد یہ دیکھ کر مطمئن ہوتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کام کر رہے ہیں۔ پروفیسر عبدالعزیز میمن نے انھیں جن باہر کے علما سے استفادہ کے لئے خطوط لکھ کر دئے تھے، ان میں قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھ والے،[۱۶] ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ سندھ، پروفیسر محمد شفیع لاہور[۱۷] اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی[۱۸] الہ آباد والے شامل ہیں۔ ان کے استاد نے انھیں رام پور کے ریاستی کتب خانہ کو دیکھنے کی بھی ترغیب دی اور

وہاں کے مہتمم جناب امتیاز علی صاحب عرشی ۱۹؎ کے لیے خصوصی خط بھی لکھ کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر بلوچ کو نہ صرف کتب خانہ سے استفادہ کی اجازت ملی، بلکہ معزز مہمان کے طور پر نواب صاحب کے ریاستی مہمان ہونے کا اعزاز بھی ملا۔

ان کے استاد کی یہ بھی خوبی تھی کہ جب بھی کوئی فاضل محقق مسلم یونیورسٹی میں آتا تھا تو اس کے ساتھ ڈاکٹر بلوچ کا تعارف کروا کر ان کی خدمت پر لگا دیتے تھے، تا کہ ان سے استفادہ کر سکیں۔ یوں آپ نے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور ڈاکٹر زاہد علی کی قریبی صحبتوں اور مجلسوں سے استفادہ کیا۔ ڈاکٹر زاہد علی نے ان دنوں اسماعیلی مذہب کی حقیقت پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی۔ ڈاکٹر بلوچ کو چوتھی صدی ہجری میں سندھ میں فاطمی دعوت کو سمجھنا تھا۔ ڈاکٹر زاہد علی سے جب اس بارے میں مدد کی درخواست کی تو انھوں نے اپنی مرتب کتاب کا مسودہ دے دیا، اور آپ نے اس سے کافی مواد نقل کرنے کے بعد مسودہ انھیں واپس کر دیا۔۲۰؎

۱۹۶۶ء میں بنارس ہندو یونیورسٹی میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی، ڈاکٹر بلوچ نے اپنے استاد کے ساتھ اس میں شرکت کی، وہاں ہندو یونیورسٹی کے پروفیسر عربی فارسی اور اردو شعبہ کے صدر لالہ مہیش سے بھی استفادہ کیا۔ لالہ مہیش مولوی فاضل تھے اور عربی سیاحت کی تصانیف سے بخوبی واقف تھے۔ انھوں نے اعارۃً انھیں سلیمان تاجر کے سفر نامے کو جو پیرس سے شائع ہوا تھا حوالے کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے وہ نقل کر کے انھیں واپس کر دیا۔۲۱؎

عرب و ہند تعلقات پر پہلا مقالہ:

مسلسل محنت، عربی فارسی کتب اور مستشرقین کی تصانیف کے مطالعے، اپنے استاد کی صحبت اور رہنمائی سے ۱۹۴۵ء کے شروع میں آپ نے باقاعدہ لکھنے کا آغاز کیا اور لکھنے کے لئے انھوں نے جس مضمون کا انتخاب کیا وہ تھا: ''اموی دور کے آخری زمانے کے ایک باغی رہنما منصور بن جمہور کا سندھ پر تسلط''۔ انھوں نے یہ مقالہ اس دور کے ایک رسالے بنام ''اسلامک کلچر'' کو چھاپنے کے لئے بھیجا۔ یہ رسالہ حیدرآباد دکن سے جاری ہوتا تھا۔ ڈاکٹر بلوچ کے لکھنے کی جو چیز محرک بنی وہ یہ تھی کہ کولکتہ یونیورسٹی کے پروفیسر جناب محمد اسحاق نے مذکورہ رسالے میں ایک مقالہ لکھا، جس میں انھوں نے ''فتوح البلدان'' کے مصنف بلاذری کے اس بیان کو غلط قرار دیا کہ دیبل (سندھ) بھروچ (گجرات) اور تھانہ (نزد بمبئی) پر مسلمانوں کا بحری حملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دنوں میں سن ۱۵ھ میں ہوا تھا۔ ڈاکٹر بلوچ نے محسوس کیا کہ بلاذری کمال حد تک ثقہ ہیں اور ان کے حوالوں کو رد کرنا آسان نہیں لہٰذا انھوں نے مذکورہ پروفیسر کے حوالوں کا جائزہ لینا شروع کیا اور ان کو رد کرتے ہوئے بلاذری کے حوالے کی تصدیق اور تائید میں مقالہ تیار کیا، جو مذکورہ رسالے "اسلامک کلچر" کو بھیجا اور اس میں چھپنا منظور ہوا۔۲۲؎ یہ ڈاکٹر بلوچ کا پہلا شائع ہونے والا تحقیقی مقالہ تھا۔ اس مقالے میں انھوں نے بلاذری کے حوالے کو درست قرار دیا۔

سندھ مسلم کالج کراچی میں اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی:

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے آپ کی پی ایچ ڈی بعنوان ''السند تحت سیطرۃ العرب'' جاری تھی کی ان دنوں سندھ میں پرانے

علی گڑھی جناب پیر الٰہی بخش کی کوششوں سے کراچی میں سندھ کے مسلمانوں کا پہلا تعلیمی ادارہ سندھ مسلم کالج قائم ہوا اور مسلم یونیورسٹی کے ایک استاد ڈاکٹر امیر حسین صدیقی کو اس کالج کا پرنسپل مقرر کیا گیا، جنھوں نے آپ کو مذکورہ کالج میں بطور استاد تقرر کی پیش کش کی۔ اس کے برعکس ڈاکٹر بلوچ کے استاد علامہ عبدالعزیز میمن کا کہنا تھا کہ اس طرح ڈاکٹریٹ کا مقالہ درمیان میں رہ جائے گا۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹر بلوچ رک گئے۔ مگر ڈاکٹر امیر حسین کے مشورہ پر پیر الٰہی بخش نے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد۲۳ کو خط لکھا کہ نئے کالج کے لئے تدریسی عملے کی ضرورت کے پیش نظر ڈاکٹر بلوچ کو یہاں بھیجنے کے لیے راضی کیا جائے۔ وائس چانسلر نے یہ خط علامہ عبدالعزیز میمن کی طرف بھیجا۔ جنھوں نے اس خط کے جواب میں پیر الٰہی بخش صاحب کو لکھا:

> ''سندھ زیر عرب کے عنوان پر انتہائی عرق ریزی سے ریسرچ سوا دو سالوں سے جاری ہے، ابھی تقریباً آٹھ ماہ باقی رہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں ہندوستان میں آج تک سندھ عرب تعلقات پر چند کتب مسلم غیر مسلموں نے لکھے ہیں لیکن کسی نے بھی اتنی جانفشانی سے عربی ادب کے مخفی گوشوں سے ایسا مواد نہیں نکالا ہے، جیسا بلوچ صاحب کو نصیب ہوا ہے۔ میں کاٹھیاواڑی میمن ہوں، لیکن اس کام کی تکمیل کے لیے بے تاب ہوں۔ جب کہ آپ کا اور بلوچ صاحب کا تو اوڑھنا بچھونا سندھ ہے۔ سندھ اور صرف سندھ کی خاطر میری آپ سے گذارش ہے کہ آٹھ ماہ کے لئے عارضی انتظام کرلیں۔ اس کے بعد بلوچ کو آپ کے حوالے کردوں گا۔''۲۴

لیکن پیر صاحب کا پھر بھی زور رہا کہ ڈاکٹر بلوچ ہمارے پاس آئیں، چنانچہ علامہ نے ڈاکٹر بلوچ کو کہا کہ: ''انھیں آپ کی ضرورت ہے تو آپ جائیں۔'' استاد کی طرف سے حکم ملنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے سندھ مسلم کالج میں لیکچرر ہونا قبول کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ: ''مجھے لیکچرر بننے پر جتنی خوشی ہوئی اس سے زیادہ استاد محترم سے جدائی کا غم ہو رہا تھا۔''۲۵

سندھ مسلم کالج کے زمانے میں تحقیقی خدمات:

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالب علم رہے۔ ۴ ستمبر ۱۹۴۵ء کو سندھ مسلم کالج کراچی میں اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر بلوچ کو مسلم یونیورسٹی کے علمی ماحول نے لکھنے پڑھنے اور تحقیق کے ساتھ ایسا جوڑ دیا کہ کراچی آنے کے بعد انھوں نے آرام اور سکون سے بیٹھنا گوارا نہیں کیا۔ بلکہ درج ذیل دو اہم منصوبوں پر کام شروع کر دیا:

پہلی سندھی کتاب ''گدھا'':

پہلے منصوبے کی صورت یہ بنی کہ کچھ باشعور وطن دوست حضرات سے مل کر ۱۹۴۵ء میں انھوں نے ''سلسلہ دل چسپ'' کے تحت جانوروں کے اوپر چھوٹی کتب شائع کرنے کا منصوبہ بنایا۔ منصوبے کا اصل مقصد یہ تھا کہ سندھی جاگیرداروں پر تنقید کی جائے اور ان کے کرتوتوں کو واضح کیا جائے۔ ڈاکٹر بلوچ نے اس وقت کی سیاست اور سیاسی لیڈرشپ کے اوپر طنز، ہجو اور پیروڈی کے طور پر ''گدھا'' نام سے کتاب لکھی اور بتایا کہ بہتر ہوگا کہ وقت کے سیاسی لیڈروں کے بجائے گدھے کو اپنا لیڈر بنایا جائے، جو خلق خدا کا سستا خادم اور ان کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۴۶ء میں کراچی سے چھپی، دوسری مرتبہ ۱۹۵۶ء میں اور تیسری مرتبہ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔

بیلائن جابول:

دوسرا منصوبہ لوک ادب اور لوک شاعری کے سمیٹنے کا تھا۔ اس پر کام کرنے کے دوران انہیں امریکہ جانا پڑا۔ ۱۹۴۹ء میں وہاں سے واپسی پر کتاب کا مسودہ مکمل کیا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۵۱ء میں چھپی، دوسری مرتبہ زیب ادبی مرکز حیدرآباد کی طرف سے ۱۹۷۰ء میں چھپی۔

کولمبیا یونیورسٹی امریکا میں پی ایچ ڈی:

مسلم یونیورسٹی میں ڈاکٹر صاحب نے سندعرب دور پر اپنا مقالہ نامکمل چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ مسلم کالج سے وابستہ ہوگئے تھے، اسی سال دسمبر ۱۹۴۵ء میں سندھ گورنمنٹ اور گورمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اسکالرشپ آئی۔ انھیں امریکا کی کولمبیا یونیورسٹی میں داخلا ملا۔ جہاں انھوں نے ''A Program of Teacher Education for the new State of Pakistan'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا۔ آپ کی واپسی ۱۹۴۹ء میں ہوئی۔

آپ کی دیگر عربی خدمات درج ذیل ہیں:

شرف نامہ احمد منیری:

وطن واپسی کے بعد ۱۹۵۰ء میں ڈاکٹر صاحب منسٹری آف انٹیریئر کے انفارمیشن اور براڈکاسٹنگ ڈویژن میں افسر بکار خاص مقرر ہوئے۔ وہاں پر شیخ محمد اکرام صاحب جوائنٹ سیکریٹری تھے۔ انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو شرف نامہ احمد منیری پر کام کرنے کا کہا۔ کتاب کا قلمی نسخہ مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانے میں موجود تھا۔ شیخ محمد اکرام ڈاکٹر بلوچ کو اپنے ساتھ لے کر انجمن ترقیٔ اردو میں مولوی صاحب کے پاس آئے، جنھوں نے نسخہ ڈاکٹر صاحب کے حوالے کیا۔ خطی نسخہ کرم خوردہ اور بوسیدہ تھا۔ کتاب کے مصنف ابراہیم قوام فاروقی نے یہ کتاب بنگال میں لکھی۔ اس کا انتساب بہار کے ایک بزرگ شیخ شرف الدین احمد منیری کے نام کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان سب پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے مقالہ تیار کیا۔ مقالے کا عنوان تھا: "مسلم بنگال کے فارسی ادب کی ایک اہم تصنیف ''شرف نامہ احمد منیری'' یہ مقالہ دو قسطوں میں رسالہ ''اردو'' اکتوبر ۱۹۵۲ء اور اپریل ۱۹۵۳ء میں شایع ہوا۔ یہ مقالہ سندھی زبان میں ''مسلم بنگال جی فارسی ادب جی ہک اہم تصنیف: کتاب ''شرف نامہ احمد منیری'' سہ ماہی مہران ۱-۱۹۶۷ء میں بھی شائع ہوا۔

مزید فارسی کتب اور ان کے سندھی تراجم:

یہ مقالہ ڈاکٹر بلوچ کی عربی ادب میں خدمات پیش کرنے کی غرض سے لکھا گیا ہے، لیکن ان کی پوری علمی خدمات اجمالی طور پر جب تک سامنے نہیں آتیں ان کی شخصیت کے بارے میں تشفی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے یہاں پر ان کی مزید فارسی کتب اور ان کے سندھی اردو تراجم بھی پیش کر دیتے ہیں:

☆ حاصل الگنج: مخدوم محمد جعفر کی یہ فارسی کتاب ڈاکٹر بلوچ نے ایڈٹ کی، مقدمہ لکھا، سندھ یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ دوبارہ یہ کتاب ڈاکٹر این اے بلوچ انسٹیٹیوٹ آف ہیریٹیج ریسرچ کی طرف سے ۲۰۱۱ء میں بھی شائع ہوئی ہے۔

☆ تاریخ معصومی: اس کا فارسی سے سندھی ترجمہ ڈاکٹر بلوچ کی نگرانی میں مخدوم امیر احمد نے کیا۔ اردو ترجمہ ڈاکٹر صاحب کی نگرانی میں محترم اختر رضوی نے کیا، تصحیح اور حواشی پر ڈاکٹر صاحب نے کام کیا۔

☆ فتح نامہ سندھ: اس کا سندھی ترجمہ مخدوم امیر احمد نے کیا۔ اردو ترجمہ اختر رضوی نے اور تصحیح عبدالحق قدوسی نے کی، ڈاکٹر بلوچ نے دونوں ترجموں کی نگرانی کی اور اس سے آگے قدم بڑھاتے ہوئے انھوں نے متن کی نئے سرے سے تصحیح کی اور ترجمہ کی بھی اس لحاظ سے درستگی کی۔ یہ ۱۹۵۴ء میں شایع ہوئی۔

☆ تحفۃ الکرام: میر علی شیر قانع کی اس کتاب کا سندھی ترجمہ مخدوم امیر احمد نے اور اردو ترجمہ اختر رضوی نے ڈاکٹر بلوچ کی نگرانی میں کیا، ڈاکٹر بلوچ نے اس پر پیش لفظ لکھا۔ سندھی کتاب ۱۹۵۷ء میں اور اردو ۱۹۵۹ء میں سندھی ادبی بورڈ نے شائع کی۔

☆ لب تاریخ سندھ: یہ کتاب خان بہادر خداداد خان ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں لکھی۔ ڈاکٹر بلوچ نے اس کو ایڈٹ کیا، انگریزی میں اس پر تعارف لکھا۔ یہ سندھی ادبی بورڈ سے ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی۔

☆ تاریخ طاہری: سید محمد طاہر نسیانی ٹھٹوی کی یہ ۱۰۳۰ھ/ ۱۶۲۱ء کی تالیف ہے۔ ڈاکٹر بلوچ نے اس کے شروع میں تاریخ طاہری کے تعارف اور اہمیت پر فارسی میں نوٹ لکھا، انگریزی میں Introduction لکھا، متن کی تصحیح کی۔ حواشی وتعلیقات لکھے۔ یہ کتاب ۱۹۶۴ میں سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہوئی۔

☆ بیگلار نامہ: ادرا کی بیگلاری نے یہ کتاب ۱۰۱۷/ ۱۰۳۴ھ کے درمیان تصنیف کی۔ ڈاکٹر بلوچ نے اس پر انگریزی میں مقدمہ لکھا۔ اور یہ سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔

☆ باقیات از احوال کلہوڑا: ڈاکٹر بلوچ صاحب نے اس کا فارسی متن مرتب اور درست کیا، یہ قدیمی کتب خانوں سے بوسیدہ منتشر اوراق سے جمع کی گئی تھی، اس لئے مذکورہ نام رکھا گیا۔

☆ تاریخ بلوچی: عبدالحکیم جوکھیو کی اس فارسی میں لکھی ہوئی کتاب کا قلمی نسخہ ڈاکٹر بلوچ کی دریافت ہے۔ خضر نوشاہی نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب نے اس پر مقدمہ لکھا۔ کلہوڑا سیمینار کمیٹی کراچی کی طرف سے شائع ہوئی۔

☆ کلاسیکل اور لوک ادب: سندھی کی جن کلاسیکل کتب پر ڈاکٹر بلوچ نے کام کیا، ان میں: کلیات حمل، واعظ العشاق، شاہ لطف اللہ قادری جو کلام، شاہ شریف بھاڈائی جو رسالو، رسالو غلام محمد خانزئی، قاضی قادن جو رسالو، شہید شاہ عنایت جو کلام، کلیات سانگی، راگ نامو، خلیفے صاحب جو رسالو شامل ہیں۔ لوک ادب پر انھوں نے انتالیس کتابیں لکھیں، جن میں کچھ کتابیں دو دو تین تین جلدوں پر بھی مشتمل تھیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر بلوچ کے کریڈیٹ میں لغات اور لطیفیات پر تحقیق بھی شامل ہیں۔ نئی جامع سندھی لغات، سندھی اردو لغت، اردو سندھی لغت، ھک جلدی سندھی لغت ان کی تحقیق کی یادگار ہیں۔ لطیفیات پر انھوں نے ۲۱ کتابیں لکھیں، جن میں "شاہ جی رسالی جو کلام" کے دس جلد بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ

شاہ صاحب کی شاعری کے خاص موضوعات اور سروں پر مکالمات کا سلسلہ شروع کیا، جو مکالمات ۱۱ کتابوں کی شکل میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آ گئے۔ ڈاکٹر بلوچ نے "رہان ہیرن کان" کے عنوان سے بھی ایک کتابوں کا سلسلہ شروع کیا، جوان کی ۱۹۵۰ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک سندھ کے لوک دانش مندوں اور سگھڑوں سے کی ہوئی کچہریوں کی حاصلات پر مشتمل تھا۔ ''رہان ہیرن کان'' کی ۱۰ جلدیں مختلف اداروں سے شائع ہوئیں۔ جبکہ آخری جلد ڈاکٹر بلوچ کے سوئم کے موقع پر طبع ہوئی۔

سندھ عرب تعلقات:

ڈاکٹر بلوچ کے ڈاکٹریٹ کے مقالے ''سندھ تحت سطیرۃ العرب'' کا کام اگرچہ مکمل نہ ہوا تھا لیکن اس سلسلہ میں وہ جتنا تحقیقی کام کر چکے تھے، وہ ''سندھ عرب تعلقات'' کے عنوان سے ایک سندھی ماہانہ ''عام رائے'' میں قسط وار شایع ہوا۔ ایک قسط ''سیاسی تعلقات'' کے موضوع پر ماہانہ عام رائے شمارہ نومبر ۱۹۵۰ء کے صفحہ نمبر ۵ سے ۸ تک شائع ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ جنوری فروری ۱۹۵۱ء کے شمارہ میں صفحہ ۴۵ سے ۴۹ میں بھی شائع ہوئی۔ جس میں ڈاکٹر بلوچ نے زراعت، تجارت، بحری آمد و رفت، لوہار، چوپایہ مال، پوشاک وغیرہ کے معاملات میں عرب کے سندھ پر اثر کا جائزہ لیا ہے۔ آخر میں ادب، زبان اور علمی حوالوں سے عرب کے سندھ پر اثرات کا بھی جائزہ لیا ہے اور سندھ کے ان علما کا ذکر کیا ہے، جنھیں حدیث، فقہ اور دوسرے اسلامی علوم میں بڑی شہرت حاصل ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں سندھ کے علماء متقدمین سے لے کر چودھویں صدی کے سندھی مشاہیر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ماہنامہ ''عام رائے'' کراچی کے علاوہ دوسرے شمارے دستیاب نہ ہو سکے ہیں۔ شاید اس موضوع پر مزید بھی کچھ شائع ہو چکا ہو۔

سندھی اور ان کے گھوڑے:

ایک مضمون ''سندھی اور ان کے گھوڑے'' کے عنوان سے ڈاکٹر بلوچ نے گزشتہ سلسلہ کی ایک کڑی کے طور پر تحریر کیا تھا۔ اس مضمون میں عربی نسل کے گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں عربی نسل کے بہترین گھوڑوں کی بڑی مانگ تھی۔ عربی سوداگروں کی سندھ کے لوگوں کے ساتھ گھوڑوں کی تجارت رہتی تھی۔ یہ تجارت عربی حکومت کے دور میں چلتی رہی اور آہستہ آہستہ سندھ عربی نسل کے گھوڑوں کا گھر بن گئی۔ عربی نسل کے گھوڑوں کو سندھ میں 'تازی' (یعنی عربی) کہا جاتا ہے''۔ اس کے بعد تازی کا بھٹائی کے بیتوں اور دوسری شاعری میں بیان کیا گیا ہے۔ ص: ۱۶۔۱۷، ماہنامہ ''عام رائے'' کراچی اپریل ۱۹۵۱ء۔ اس کی دوسری قسط ماہ نامہ ''عام رائے'' کے شمارہ مئی ۱۹۵۱ء میں چھپی۔

تحف من شعر ابی عطاء:

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے زمانے میں ''سندھ تحت سطیرۃ العرب'' پر تحقیق کرتے ہوئے مختلف عربی کتابوں سے انھیں ابو عطا سندھی کے عربی اشعار ملے، جن کو قافیوں کے لحاظ سے القاب وار ترتیب دے کر آپ نے ایک مقالہ تیار کیا، جو حیدر آباد دکن کے انگریزی جنرل اسلامک کلچر میں جولائی ۱۹۴۹ء میں مذکورہ بالا عنوان کے ساتھ شائع ہوا۔ اور مقالے کو مزید اضافوں کے ساتھ دیوان کی

صورت میں مرتب کر کے انگریزی میں اس پر مقدمہ لکھ کر تیار کیا۔ یہ دیوان سندھی ادبی بورڈ کے زیر اہتمام ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔

ہیمل ہجرہ کاؤنسل کی طرف سے تحقیقی پلان:

ڈاکٹر بلوچ نے اس ادارہ میں The Greath Books Project کے نام سے ایک منصوبہ تیار کیا جس کی انھوں نے خود نگرانی کی۔ اسلامی ممالک کے نامور پروفیسروں، مصنفین اور یورپ امریکا کے بڑے محققین کے ساتھ بین الاقوامی سطح پر مشورے کر کے ایک سو منتخب کتب کے عربی فارسی متون تیار کروا کر ان پر مقدمات لکھے اور مذکورہ کتب کا تعارف انگریزی میں تیار کیا۔ ایک سو کتب میں سے چھہتر (۷۶) کتب پر ان کا تحریر کردہ تعارف شائع ہوا۔ یہاں رہتے ہوئے آپ نے درج ذیل چار کتب شائع کرائیں۔

i۔ کتاب الجبر والمقابلہ:

یہ کتاب خوارزمی کی عربی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر آئیڈن سائل نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ترک عالم ڈاکٹر ملک دوسی اس کے شارح تھے۔ ڈاکٹر بلوچ نے اس پر پیش نامہ لکھا اور مذکورہ کاؤنسل کی طرف سے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔

ii۔ کتاب الجماہر فی معرفتہ الجواہر:

یہ کتاب ابوریحان البیرونی نے جواہرات اور قیمتی پتھروں کے بارے میں عربی میں لکھی۔ اس کا انگریزی ترجمہ حکیم سعید نے کیا جب کہ ڈاکٹر بلوچ نے ایڈٹ اور اس پر تفصیلی مقدمہ لکھا۔ یہ کتاب ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی۔

iii۔ کتاب الحیل:

یہ کتاب ابن موسیٰ نے نویں صدی عیسوی میں لکھی اس کا انگریزی ترجمہ ڈوناڈ ہیمل نے کیا اور ڈاکٹر بلوچ نے اس پر پیش نامہ لکھ کر ۱۹۸۸ء میں شائع کرائی۔

☆ الجامع بین العلم والعمل النافع فی ضاعتہ الحیل:

یہ کتاب الجزری کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر ڈونالڈ ھل نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اس پر پیش نامہ لکھا جو مذکورہ ادارے سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب پر کام مکمل ہو چکا تھا کہ ڈاکٹر بلوچ ادارہ سے فارغ کر دیئے گئے:

کتاب النفس: ابن ماجہ: تشریح الایدان: شمس الدین العتاقی: کتاب الاموال: ابو عبیدہ۔ کتاب ابن جماعہ، کتاب السرد: احمد قزدینی: کتاب الزمنہ والانواع: الاجدابی، ان کے علاوہ مزید اور چار کتابوں پر بھی کام کا آغاز کیا جا چکا تھا لیکن ادارے سے علیحدگی کی وجہ سے سب منصوبے ادھورے رہ گئے۔

غرۃ الزیجات پر تحقیق:

سندھ یونیورسٹی میں ملازمت کے دوران قاضی احمد میاں اختر صاحب نے علامہ آئی آئی قاضی کو تجویز دی کہ بیرونی کی کتاب ''غرۃ الزیجات''، جو انھوں نے سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کی تھی اسے سندھ یونیورسٹی سے انگریزی میں شائع ہونا چاہئے۔

قاضی احمد میاں نے ترجمہ کے لئے فضل الدین قریشی نام کے کسی شخص کو تجویز کیا۔ جو لاہور یونیورسٹی یا کسی کالج میں طبعیات کے استاد تھے۔ علامہ قاضی صاحب نے یہ تجویز قبول کی اور فضل الدین قریشی کو شعبۂ طبعیات میں تعینات کیا گیا، تا کہ وہ یہاں رہ کر اپنا کام مکمل کر سکیں۔ لیکن موصوف مقررہ مدت میں کام مکمل کئے بغیر واپس لاہور چلے گئے انھیں واپس آنے کی کئی بار تلقین بھی کی گئی لیکن وہ نہ آئے بالآخر ڈاکٹر بلوچ لاہور جا کر ان کے ساتھ اس بارے میں ملے لیکن حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔ بالآخر ڈاکٹر بلوچ خود آگے بڑھے ''غرۃ الزیجات'' کے عربی متن پر خود ہی کام کرنا شروع کیا۔ جو بعد میں البیرونی کی آٹھ سو سالہ برسی ۲۶ کے موقعہ پر سندھ یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا گیا۔ ۲۷

دیبل کے محل وقوع پر مقالہ:

ڈاکٹر بلوچ نے ایک مقالہ عرب اسلامی دور کی تاریخ کے سلسلے میں تحریر کیا، اس مقالے میں دیبل کے محل وقوع پر شاندار تحقیق پیش کی گئی تھی۔ اور اسے محکمہ آثار قدیمہ کی ایک مجلس میں پیش کیا گیا تھا، ڈاکٹر بلوچ نے دیبل کو بھنبھور کے کھنڈرات سے مشخص کیا تھا۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اپنے تعلیمی کیریئر میں چوتھی کلاس سے لیکر عربی کے مضمون کو اپنی دل چسپی کا مرکز بنایا۔ جونا گڑھ کالج میں ان کی عربی میں اعلی درجے کی کامیابیوں کی وجہ سے مسلم یونیورسٹی میں ایم اے کے لئے بھی انھوں نے عربی میں داخلہ لیا۔ پھر عربی میں ایم اے میں اعلی پوزیشن کی وجہ سے انھوں نے پی ایچ ڈی کے لئے بھی عربی کو چنا۔ سندھ مسلم کالج میں لیکچرر کی پیش کش کی وجہ سے چہ جائیکہ آپ عربی میں پی ایچ ڈی مکمل نہ کر سکے اور پھر کولمبیا یونیورسٹی امریکہ سے ایجوکیشن میں پی ایچ ڈی کی، لیکن وہ عربی کے کامل عالم بن گئے۔ انھوں نے عربی کتب سے بڑی عرق ریزی سے سندھ عرب تعلقات پر عالمانہ تحقیقات یادگار چھوڑیں۔ عربی کتب ایڈٹ کیں، ان کے اپنی نگرانی میں اردو سندھی اور انگریزی تراجم شائع کرائے۔ اور علم و ادب کی انجمن میں شاندار اور ان مٹ نقوش چھوڑے۔ اللہ ان کی قبر مبارک کو روشن فرمائے آمین۔

حواشی:

۱۔ محمد راشد شیخ: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ: شخصیت اور فن: اکادمی ادبیات پاکستان: ۲۰۰۷ء، ص: ۱۹

۲۔ جونیجو، عبدالجبار، ڈاکٹر: ڈاکٹر بلوچ: ہک مطالعو، لاڑ ادبی سوسائٹی بدین، ۱۹۹۸ء، ص: ۷

۳۔ مخدوم امیر احمد: ضلع خیر پور کے ایک چھوٹے سے شہر کھوڑا کے رہنے والے تھے۔ سندھ اورینٹل کالج حیدر آباد اور جامعہ عربیہ کے سربراہ تھے۔ ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء میں حیدر آباد میں فوت ہوئے۔

۴۔ بلوچ نبی بخش خان، ڈاکٹر: مہران سوانح نمبر، ۱۹۵۷ء، ص: ۲۴۵

۵۔ انٹرویو، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء، مسلم سوسائٹی قاسم آباد، حیدر آباد

۶۔ پروفیسر وائی ایس طاہر علی: بہاؤالدین کالج جونا گڑھ میں عربی کے استاد تھے، تقسیم برصغیر کے بعد حیدر آباد میں مقیم ہوئے۔ ۵ مارچ ۱۹۹۰ء میں وفات پائی۔

۷۔ انٹرویو، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء، مسلم سوسائٹی قاسم آباد، حیدر آباد

۸۔ انٹرویو، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء، مسلم سوسائٹی قاسم آباد، حیدر آباد

۹۔ انٹرویو، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء، مسلم سوسائٹی قاسم آباد، حیدرآباد۔ ڈاکٹر بلوچ نے بتایا کہ اس زمانے میں مولوی صاحب کی داڑھی کالی تھی، بعد میں سفید ہوگئی، پاکستان بن گیا، وہ شہداد پور ہجرت کر کے آگئے تھے، میں اتفاق سے کسی کام سے شہداد پور گیا، تو اس نے مجھے پہچانا۔ کہا: تم جوناگڑھ میں میرے پاس آئے ہو، میرے پاس قصیدہ ابن درید پڑھتے ہو۔ مجھے بات دل سے لگی، میں نے ان کا شکریہ ادا کیا، لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں ان کی خدمت نہ کر سکا، کیوں کہ میں پھر اسلام آباد چلا گیا، وہاں میری نوکری تھی۔

۱۰۔ راجپر، محمد انس، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، سوانح ائیں خدمتوں، ڈاکٹر این اے بلوچ انسٹیٹیوٹ اف ھیریٹیج ریسرچ ۲۰۱۰ء، ص: ۸۸

۱۱۔ علامہ عبدالعزیز میمن: ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم راج کوٹ اور جوناگڑھ میں حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کیا۔ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدر شعبہ عربی تھے۔ تقسیم کے بعد کراچی آگئے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اور شعبہ عربی جامعہ کراچی کے بانی تھے۔ جامعہ پنجاب میں صدر شعبہ عربی رہے۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو کراچی میں ان کا انتقال ہوا۔

۱۲۔ بلوچ نبی بخش خان، ڈاکٹر مہران سوانح نمبر، ۱۹۵۷ء، ص: ۲۴۵

۱۳۔ انٹرویو، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، 23 دسمبر ۲۰۱۰ء مسلم سوسائٹی قاسم آباد، حیدرآباد

۱۴۔ بلوچ نبی بخش خان، ڈاکٹر: ایام علی گڑھ، گوشہ بلوچ، ص: ۶۲

۱۵۔ ڈاکٹر بلوچ کا اصل نام نبی بخش ہی تھا، لیکن وطن کی محبت میں انھوں نے اپنا نام عثمان سندھی رکھا تھا، شروع میں ان کے جو مقالے چھپے، گرچہ انگریزی میں تھے، تب بھی عثمان سندھی کے نام سے چھپتے تھے۔

۱۶۔ قاضی احمد میاں اختر: اصل جوناگڑھ کے رہنے والے تھے، تقسیم کے بعد کراچی آگئے تھے۔ گاڑی کھاتے کے سامنے بندر روڈ پر ٹھٹائی کمپاؤنڈ بلڈنگ کی چوتھی منزل پر ایک فلیٹ میں ان کی رہائش تھی اور انجمن ترقی اردو میں بحیثیت مہتمم خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں ڈاکٹر بلوچ صاحب کی تجویز پر علامہ آئی آئی قاضی نے انھیں مسلم ہسٹری کے پروفیسر اور صدر شعبہ کے طور پر سندھ یونیورسٹی میں غالباً ۱۹۵۱۔۱۹۵۲ء کے دوران مقرر کیا۔ ۱۹۵۵ء کی آگست کی چھ تاریخ کو انھوں نے وفات پائی۔ (گوشہ بلوچ: ۷۴۔۷۸۔۷۹)

۱۷۔ پروفیسر مولوی محمد شفیع: عربی زبان و ادب کے ماہر، اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل اور ادارہ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے سربراہ رہے تھے۔ ۱۶ اگست ۱۸۸۳ء کو قصور میں پیدا ہوئے ۱۶ مارچ ۱۹۶۳ء لاہور میں فوت ہوئے۔

۱۸۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی: ۲۶ دسمبر ۱۸۸۵ء مندیلہ میں پیدا ہوئے۔ ناگپورہ، حیدرآباد اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی ۱۹۱۷ء میں جرمنی سے ڈاکٹریٹ کی۔ علی گڑھ، حیدرآباد دکن اور ڈھاکہ میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ۲۸ جولائی ۱۹۷۲ء میں الہ آباد میں فوت ہوئے۔

۱۹۔ مولانا امتیاز علی عرشی: ۱۹۰۴ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ اورینٹل کالج لاہور میں علامہ عبدالعزیز کے شاگرد رہے۔ بعد ازاں مدرسہ عالیہ رام پور سے تعلیم حاصل کی ۱۹۳۲ء میں رضا لائبریری رام پور کے ناظم مقرر ہوئے اور تمام عمر اسی کتب خانے میں صرف کی۔ ۲۵ فروری ۱۹۸۲ء میں فوت ہوئے۔

۲۰۔ بلوچ نبی بخش خان، ڈاکٹر: ایام علی گڑھ گوشہ بلوچ، ص: ۶۱

۲۱۔ ایضا: ص: ۶۲

۲۲۔ ایضا: ص: ۶۳

۲۳۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد: مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر تھے۔ ۱۳ فروری ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے ۲۳ دسمبر ۱۹۴۷ء لندن میں وفات کی۔ علی گڑھ میں ان کی تدفین ہوئی۔

۲۴۔ ایضا: ص: ۶۵۔۶۶

۲۵۔ مختیار الدین احمد، ڈاکٹر: مجلّہ تحقیق، سندھ یونیورسٹی شمارہ: ۱۰۔۱۱، ص: ۱۶۸

۲۶؎ یہ بیرونی کی آٹھ سو سالہ برسی یونیسکو کے پروگرام کے تحت پاکستان میں منائی گئی۔

۲۷؎ بلوچ نبی بخش خان، ڈاکٹر: ایام علی گڑھ، گوشہ بلوچ، ص: ۶۱

کتابیات:

۱۔ ابن موسیٰ: کتاب الحیل، مترجم انگریزی: ڈونالڈ ہل، پیش نامہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نیشنل ہجرہ کاؤنسل، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۲۔ البیرونی، ابوریحان: غرۃ الزیجات، تحقیق و تقدمہ: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، سندھ یونیورسٹی، جام شورو ۱۹۸۳ء

۳۔ البیرونی، ابوریحان: کتاب الجماہر فی معرفت الجواہر، مترجم حکیم محمد سعید، مقدمہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نیشنل ہجرہ کاؤنسل اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۴۔ الجزری: الجامع بین العلم والعمل النافع فی ضاعۃ الحیل، مترجم انگریزی: ڈاکٹر ڈونالڈ ہل، پیش نامہ: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نیشنل ہجرہ کاؤنسل، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۵۔ بلوچ نبی بخش خان، ڈاکٹر: ایام علی گڑھ، گوشہء بلوچ، مجلّہ تحقیق، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی جام شورو، شمارہ: ۱۰۔۱۱

۶۔ بلوچ نبی بخش خان، ڈاکٹر: حاصل النہج، مخدوم محمد جعفر بوبکانی، تصحیح و تقدمہ: ڈاکٹر این اے بلوچ انسٹیٹیوٹ آف ہیریٹیج ریسرچ حیدرآباد، ۲۰۱۱ء

۷۔ بلوچ، نبی بخش خان ڈاکٹر: باقیات از احوال کلہوڑا، کلھوڑا سیمینار کمیٹی کراچی ۱۹۹۶ء

۸۔ بیگلاری، ادراکی: بیگلار نامہ، سندھی ادبی بورڈ جام شورو، ۱۹۸۰ء

۹۔ جوکھیو، عبدالحمید: تاریخ بلوچی، مترجم خضر نوشاہی، کلھوڑا سیمینار کمیٹی کراچی، ۱۹۹۶ء

۱۰۔ جونیجو، عبدالجبار، ڈاکٹر: ڈاکٹر بلوچ: ہک مطالعو، لاڑ ادبی سوسائٹی بدین، ۱۹۹۸ء

۱۱۔ خان بہادر، خداداد خان: لب تاریخ سندھ، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، ۱۹۵۹ء

۱۲۔ راجپر، محمد انس، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، سوانح ائیں خدمتوں، ڈاکٹر این اے بلوچ انسٹیٹیوٹ آف ہیریٹیج ریسرچ، ۲۰۱۰ء

۱۳۔ رضوی، اختر: اردو ترجمہ تحفۃ الکرام، سندھی ادبی بورڈ جام شورو ۱۹۵۹ء

۱۴۔ رضوی، اختر: اردو ترجمہ تاریخ معصومی، سندھی ادبی بورڈ جام شورو، ۱۹۵۳ء

۱۵۔ رضوی، اختر: اردو ترجمہ: فتح نامہ سندھ، سندھی ادبی بورڈ جام شورو ۱۹۶۳ء

۱۶۔ سائل ڈاکٹر ایڈن: مترجم انگریزی کتاب الجبر والمقابلۃ نیشنل ہجرہ کاؤنسل اسلام آباد ۱۹۸۳ء

۱۷۔ سندھی، ابوعطاء: نتف من شعر ابی عطاء، سندھی ادبی بورڈ جام شورو، ۱۹۶۱ء

۱۸۔ شیخ، محمد راشد: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ: شخصیت اور فن: اکادمی ادبیات پاکستان: ۲۰۰۷ء

۱۹- مجلّہ تحقیق، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو

۲۰- مہران سوانح نمبر، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، ۱۹۵۷ء

۲۱- ماہنامہ عام رائے، کراچی

۲۲- نسیانی ٹھٹوی، سید محمد طاہر، تاریخ طاہری، سندھی ادبی ہورڈ جام شورو ۱۹۶۴ء

۲۳- انٹرویو